إنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الإسلام

سلسلہ خطبات غربیہ ۵

اسلام اور دیگر مذاہب

بتفصیل ذیل

(۱) خصوصیات اسلام (بمقام پیرس)

(۲) اسلام - عیسائیت اور دیگر مذاہب (بمقام اڈنبرا)

(۳) عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت (بمقام لنڈن)

پہلا خطبہ وہ معرکۃ الآرا تقریر ہے جو جولائی ۱۹۱۳ء میں بمقام پیرس (فرانس) مذہبی کانفرنس میں کی گئی + یہی وہ تقریر ہے جس کو سن کر فضلائے یورپ کی توجہ اسلام کی طرف ہوئی +

از

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ (لنڈن)

مطبع یونین سٹیم پریس لاہور میں چھپکر شائع ہوا

قیمت مجلد (۵/)...... تعداد جلد (۱۰۰۰)

تصاویر نومسلمانان انگلستان

ہم نے متعدد تصاویر نومسلمانان انگلستان و یورپ کی دفتر اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن سے منگوائی ہیں۔ ان نومسلم اخوان کی تصاویر میں بعض ایسے فضلا و اہلِ قلم ہیں جو کسی قوم یا سوسائٹی کا مایۂ ناز ہو سکتے ہیں۔ طبقۂ امراء میں لارڈ اور اسی طبقہ کی دو معزز خواتین۔ طبقۂ فضلاء میں سے پروفیسر (یحیٰی) پارکنسن ایف جی ایس۔ پروفیسر (مصطفیٰ) لیون لی اون ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پروفیسر نورالدین سٹیفن وغیرہ یہ لوگ وہ ہیں جو یورپین شہرت کے مالک ہیں۔ ان کے علاوہ اہل قلم میں سے مسٹر محمد صادق ڈڈلے رایٹ ❊

فوجی افسران میں بعض کپتان اور لفٹنٹ وغیرہ وغیرہ کی تصاویر موجود ہیں اسکے علاوہ ووکنگ کے دوا علے طبقہ کے قائدوں کی تصاویر بھی قابل دید ہیں۔ اللّٰھم زد فزد قیمت فی تصویر دو آنہ (۲) فی درجن (۱۰) علاوہ محصولڈاک۔ منیجر اسلامک ریویو عزیز منزل نولکھا۔ لاہور

نظم

اے خدا قوم من برخیز از مستانہ خواب — تا بکے غفلت ببیں بر بام آمد آفتاب

کن نگاہ بر افق مغرب کہ رو بنمود آثار صبح — حیف باشد گر نہ این ایام بشناسی شتاب

در ملائک غلغلہ شد نصرت اسلام را — غلبۂ توحید می خواہد خود احدیت مآب

آہ اے بے ستم اگر این وقت ہم از دست رفت — بالیقین بینی بہ خود چند خسران و تباب

رب عزت قوم دیگر را دہد عز و شرف — گر زما باور نداری۔ رو بخوان اُمّ الکتاب

وان تتولو یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونو امثالکم ❊

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۵

اسلام اور دیگر مذاہب

خصوصیات اسلام

یہ وہ معرکۃ الآرا تقریر ہے جو جولائی ۱۹۱۳ء میں بمقام پیرس (فرانس) مذہبی کانفرنس میں کی گئی ہے یہی وہ تقریر ہے جس کو سن کر فضلائے یورپ کی توجہ اسلام کی طرف ہوئی

صاحبان! قبل اس کے کہ میں اپنے نفس مضمون پر بحث کروں میں آپکا شکریہ ادا کروں۔ کہ آپ نے مجھے دوبارہ اپنے مذہب پر کچھ بیان کرنے کا موقعہ دیا۔ اس بات کیلئے کہ آپ مذہب اسلام پر غور کریں اور منصفانہ رنگ میں اسکی تعلیم کو حاصل کریں اور اس پر تدبر فرمائیں محض یہ امر ہی کافی باعث ہونا چاہئے۔ کہ اسلام ان محدود اور متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے جسکی وجہ سے آج یورپ اپنی ضلالت اور تاریکی سے نکل کر روشنی اور تہذیب کا مرکز بن رہا ہے۔ اور رسول اکرم کے تتبع اس زندگی

کی زندہ مثالیں ہیں۔ جنکی بدولت اور جن کے اقتدار سے یورپ اپنے موجودہ مراتب کو پہنچا۔ افسوس کا مقام ہے۔ کہ باوجود اس روشنی اور تہذیب کے جس کا اثر میں اس ملک کی زندگی پر عام طور پر مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور جس کی وجہ سے ہر ایک قسم کی مشکلات کو حل کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی ترقیات کا حصول ہوتا ہے۔ باوجود اس روشنی کے میں دیکھتا ہوں کہ اس ملک میں اس مذہب کی بابت سخت ناواقفیت اور لاعلمی پھیلی ہوئی ہے جس نے ملک عرب میں اپنا جنم لیا۔ اور تمام دنیا کو اپنی روشنی سے معمور کر دیا۔ منجمد شمالی اور جنوبی کی تحقیقات میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ زندگی کی قربانیاں کی جاتی ہیں۔ طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ سمندر آپکی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔ جسکے پانیوں پر کروڑوں زندگیوں کی کشتیاں چل رہی ہیں۔ وہ جس نے دنیا کی روحانی۔ اخلاقی اور تمدنی زندگی کا کایا پلٹ دیا۔ تاہم مجھے آپ کے پروگرام سے یہ معلوم کرکے از حد خوشی ہوئی۔ کہ آپ کو ایک ایسے مذہب کے اصول قایم کرنے کی خواہش ہے جو دنیا کا مذہب قرار دیا جائے۔ اور نیز یہ کہ دنیا کے مختلف مذاہب پر تحقیقی اور تنقیدی نظر کی جاوے۔ لیکن پیشتر ازیں کہ مختلف مذاہب کے درمیان ایک باہمی اصول کی راہ قایم کی جاوے۔ اور اختلافات مذاہب کو جڑھ سے اکھیڑا جاوے۔ کہ ایک ایسے مذہب کی بابت جو ایک زندہ مذہب ہے جسکی حکومت دنیا کی تہذیب اور تمدن پر جاری ہے جس کے اصول کو دنیا کا ایک کثیر التعداد طبقہ اپنا نصب العین

قرار دیتا ہے۔ کیا ضروری نہیں کہ ایسے مذہب کی بابت معتبر ذریعہ سے واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ آپ کی جیسی تمدن اور تہذیب کے ساتھ یہ امر بالکل متناقض واقعہ ہوا ہے۔ ایسے اہم واقعہ کی بابت آپکی واقفیت علم کے ذرائع ناقابل اعتبار ہوں۔ اور یہ علم خاصکر ایسے لوگوں کے ذریعہ سے آپ کو پہنچے جو اصولاً اسلام کے معاند اور مخالف ہوں۔ مجھے اسلام کے متعلق کسی کی غلط فہمی یا احیاناً غلط تشریح کی کبھی شکایت نہیں ہوتی۔ افسوس اور شکایت کا مقام تو یہ ہے۔ کہ ہم غلط بیانیوں کے شکار ہو رہے ہیں۔ اور اسلام کو نہایت ہی بُرے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی باتیں ہماری طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ جن کا وجود ہماری تعلیم میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ ایسے بے بنیاد الزامات سے اسلام کو متہم کیا جاتا ہے۔ اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں تک کہ وہ تمام محاسن جو اسلام کی زیبائش اور فخر کا موجب ہیں۔ اس سے چھین لئے جاتے ہیں۔ اور اسپر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ تمام قباحتیں اسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جنکی بیخ کنی کے لئے اسلام آیا۔ اور جن کے مقابلہ میں اس نے نہایت کامیابی سے جہاد کیا۔ کیا آپ کی اس آزاد خیال کانگریس کی تمام کارروائی میں توحید الٰہی اور مساوات فی الانسان قایم کرنے کی کوشش نظر نہیں آتی۔ تو پھر سب سے پہلے آپ پر لازم نہیں۔ کہ آپ اس مذہب کا شکریہ ادا کریں۔ جس نے نہایت کھلے طور پر توحید اور مساوات کی تعلیم دی*

قلت وقت اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ کہ میں ایک نہایت ہی سرسری رنگ میں بھی اسلام کو آپ کے سامنے پیش کروں۔ لیکن اس مہربانی سے فایدہ اُٹھا کر جو آپ نے مجھے اس مجلس میں بولنے کی اجازت دیتے ہیں مجھ پر کی۔ میں محض اسلام کی چند ایک ایسی امتیازی خصوصیات کا ذکر کرونگا۔ جنکی بابت میں اپنے بیس سالہ تجربہ و مطالعہ کی بنا پر بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ اسلام ہی کا خاصہ اور اسلام ہی کی ذات سے مختص ہیں +

اسلام اور دیگر مذاہب کے متعلق اس کا برتاؤ

قرآن کریم کے افتتاحی الفاظ ہی اس فراخ دلی کی تعلیم کرتے ہیں۔ جو ہر ایک مسلمان کو دیگر مذاہب کی بابت ظاہر کرتی ہے۔ اسلام کے قبل تقریباً تمام مذاہب کا یہ شیوہ تھا۔ کہ وہ اپنی تعلیم کو تو خدا کی وحی اور الہام پر مبنی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر دوسرے مذاہب کو اس نعمت سے محروم بتاتے۔ یعنی ہر ایک مذہب والے کے نزدیک دوسرے مذاہب کے مقتدی سب کے سب خداوند خدا کے سوتیلے بیٹے تھے۔ یا یہ کہ خداوند عالمین نے انہیں پیدا پیش دے کر ہمیشہ کے لئے بھلا دیا تھا۔ اس تنگ خیالی نے اقوام کو ایک دوسرے کا معاند بنا دیا۔ اور خداوند کریم کی مخلوق میں ایک تفریق کا رنگ پیدا کر دیا جس بنتیجہ جنگ و جدل ہوا۔ اور جسنے بہت سی خیر و خوبی سے بنی نوع انسان

کو محروم کر دیا۔ اسلام نے آن کر اس خیال کی بیخ کنی کی۔ اُس نے آتے ہی
یہ فراخ دلی کا سبق سکھایا۔ کہ (ولکل قوم ھاد) ہر ایک قوم کے لئے ایک
ہدایت کنندہ آیا۔ ہر ایک مذہب کی بابت یہ تسلیم کیا گیا۔ کہ اسکی تعلیم خدا کی مرسلہ
تعلیم ہے۔ لیکن سچ اور جھوٹ میں تفریق کے لئے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا۔ کہ
اس تعلیم میں کہاں تک انسانی دست بُرد نے کام کیا۔ اور کہاں تک وہ
اعتبار کے قابل ہے۔ الحمد للہ رب العلمین۔ یہ قرآن کریم کے افتتاحی
الفاظ ہیں۔ یعنی اللہ ہی کل عالم بکل انسانوں اور کل قوموں کا پرورش
کنندہ ہے۔ کیا جسمانی ربوبیت کا دائرہ کالے گورے یا اسود و احمر پر محیط
ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ روحانی ربوبیت صرف ایک خاص طبقۂ انسانی تک
محدود رہے۔ اگر نیچر ہر ایک انسان کی ضروریات کو بلا تفریق و تخصیص پورا
کرنے کے لئے خلق کی گئی ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ روحانی سلسلہ کا قانون اس
کے خلاف عمل درآمد کرتا ہو۔ اس حقیقت کا انکشاف خدا کی اس آخری کتاب
کا کام تھا۔ جو دنیا کے تمام طبقات انسانی کے لئے ایک ہدایت اور ایک
روشنی لے کر آئی۔ اسلام نے تو اس حد تک اس حقیقت کو تسلیم کیا۔ کہ اپنے
لئے کسی جدید حیثیت کا دعوے ہی نہیں کیا۔ بلکہ مصدقاً لما بین یدیہ
کے دعویٰ پر ہی اپنی سچائی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح اس پرانے عہد نامے
کی تجدید کی۔ جو آدم سے لے کر مسیح تک بنی اسرائیل کی ہر ایک قوم سے ہوتا رہا۔

قل امنّا باالله وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم و
اسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ
وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین
احدٍ من رسلہ ونحن لہ مسلمون ط

اے مسلمانو تم لوگوں کو کہدو کہ ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ جو ہم پر نازل ہوا۔ اور اس پر بھی جو ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا۔ ہم وہ بھی مانتے ہیں۔ جو موسےٰ اور عیسےٰ اور ان کے سوا کل دنیا کے انبیاء کو دیا گیا۔ ہم تو کسی رسول کے ساتھ بھی فرق نہیں کرتے۔ ہم تو ماننے والے ہیں +

یہ آیات نہ صرف رسول اکرم کی اتباع کا سبق دیتی ہیں۔ بلکہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کا جوا مسلمانوں کی گردن پر رکھ دیتی ہیں۔ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اور سچائی جہاں کہیں سے ملے۔ جس مذہب میں پائی جاوے۔ ایک مسلمان اس کا حقیقی حقدار ہے +

مذہب اور عملی زندگی

دوسری خصوصیت جو لازماً اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ یہ ہے کہ مذہب کی حقیقت کو ایک نہایت ہی عجیب رنگ میں پیش کرتا ہے۔ اسلام نے چند رسمیات اور چند عبادات اور قربانیوں کا نام مذہب نہیں رکھا۔ بلکہ ان پرانی مذہبی رسمیات و عبادات کے انوکھے قواعد اور ان سب مشکلات سے

نجات دیدی۔ ایک طرف اگروہ رہبائیت کی عزلت پسند زندگی کے برخلاف ہے۔ تو دوسری جانب وہ محض خشک دنیاداری کے اصول سے بھی نفور ہے۔ اسلام عملی زندگی کے سہل قواعد ہی کا نام ہے۔ ہر ایک قول وفعل یہاں تک کہ ایک مسلمان کا تصوّر وتخیل بھی مذہبی رنگ سے رنگین ہونا چاہیئے۔ اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے اسلام نے انسانی زندگی کی ہر ایک راہ اور ہر ایک پہلو کے لئے قواعد مرتب کئے۔ کیا ہماری روزانہ زندگی ہماری اخلاقی اور روحانی زندگی کوئی علیحدہ زندگی ہے۔ نہیں بلکہ روحانیت کو اگر کسی نے اخلاقی جذبات میں تعدیل اور خواہشات میں اعتدال کی بجائے کسی اور چیز میں سمجھ رکھا ہو۔ تو وہ انسانی فطرت سے محض ناآشنا اور مذہب کے مفہوم سے بالکل بے بہرہ ہے۔ ایک مسلم کی روحانیت اس لئے اس کے معبد (مسجد) کی چاردیواری کے اندر ہی محدود نہیں۔ نہ ہی اُسے اُن خاص اوقات کی انتظار رہتی ہے۔ جن میں اُسے روحانی فیوض کا مُنہ تکنا پڑے۔ بلکہ زندگی کے اَدنےٰ سے ادنےٰ اعلیٰ سے اعلیٰ کاموں میں اُسے یہی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ وہ ایک علیم اور بصیر خدا کے زیر نگرانی رہتا ہے۔ رسول اکرم سے استفسار ہوا۔ کہ اسلام کیا ہے۔ انہوں نے ایک مختصر جملہ میں کیا ہی جامع تعریف کردی۔ اسلام فرمایا۔ اللہ کی اطاعت اور خلق اللہ سے سے شفقت ہی کا نام ہے۔ (تعظیم لامر اللہ شفقت لخلق اللہ) اور میرے خیال میں یہی مذہب ہے۔ جو آیندہ نسل انسانی کا مذہب قرار پاسکتا ہے۔

اس بات سے ہرگز انکار نہیں۔ کہ اسلام نے بھی چند ایک عقاید اور عبادات کی تعلیم دی ہے۔ لیکن اس لئے کہ ان احکام ہی کو غلطی سے اصل اسلام نہ سمجھ لیا جاوے۔ ان کو ایک جدا نام دیدیا۔ اور ارکان اسلام سے انہیں موسوم کیا۔ ان کی ضرورت اور فواید سے بھی انکار نہیں۔ کیونکہ سچے عقاید ہی عملی صورت اختیار کرکے انسان کے کمالات کا انکشاف کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو کہ ایمان عمل صالحہ کے سوائے ایک بے حیثیت شے ہے۔ مفصلہ ذیل آیت میں نہایت ہی خوبی سے بیان فرمایا:۔

لیس البرّ ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب و

لکن البرّ من آمن باللہ والیوم الآخر...... الی آخر الآیۃ

اسلام میں عبادت کی حقیقت

اس مقام پر مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے عبادت کی حقیقت پر جو تعلیم فرمائی ہے۔ اس کا ذکر کردوں۔ خدا کی ہستی اس سے بہت ہی بالاتر ہے۔ کہ اُسے محض اس بات میں خوشی حاصل ہو۔ کہ انسان اپنا کبر و نخوت ترک کرکے اس کے سامنے عجز و انکساری کے ساتھ جھکے۔ اور تذلیل اختیار کرے۔ انسان کی فرمانبرداری یا نافرمانی سے خدا کا کچھ بن یا بگڑ نہیں جاتا۔ وہ بے لوث ہستی اپنی ذات اور صفات میں کامل اور مکمل ہے۔ اس لئے اسلام کے نکتہ خیال سے ان اللہ غنی عن

العلمین خداوند کریم کا جلال یا اسکی تقدیس اس میں نہیں۔ کہ اُسکے جلال یا خدائیت کے گیت گائے جائیں۔ اور اس کے آگے سربسجود ہوں۔ بلکہ اسلام میں خدا کا جلال یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ انسان کی کمالات کی تکمیل ہو۔ اُسکی تقدیس سے یہ مطلب ہے۔ کہ انسان کا تذکیہ ہو۔ قرآن میں عبادت کا لفظ ہی ان معانی پر دلالت کرتا ہے۔ عبادت کے معنے راستے کے ہیں۔ اور عمل کے بھی۔ یعنی یہ وہ راستہ ہے۔ کہ جس پر چل کر انسان کے پوشیدہ کمالات کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے عبادت کا مدعا یہی ٹھہرا ہے۔ کہ مضمرہ کمالات انسانی کا اظہار ہو۔ اُس کے قوائے ارتقاء کی صورت حاصل کر کے خارج میں ظاہر ہوں۔ ہاں ان پوشیدہ کمالات کو جس ہستی نے ہم میں ودیعت کر رکھا ہے۔ وہی ان کی تکمیل کی راہوں کا رازدان ہے اُسی سے ہم کو وہ راستہ (عبادت) اور وہ طریق عمل سیکھنا ہے۔ جس سے یہ مقصد عظمٰی حاصل ہو۔ اس لئے اُس کے حکموں پر چلنا ہی ہماری عبادت ہے تعظیم لامر اللہ کا نام عبادت ہے۔ ہاں ہم میں یہ استعداد پیدا کرنے کے لئے کہ ہم اس کے اوامر کی عزت و تعظیم کریں۔ ہم طبعاً اس کے قوانین پر چلیں۔ ہم چند ایک ایسی عملیات کے محتاج ہیں۔ جن کو اپنا شعار بنا کر ہم آہستہ آہستہ کامل عبودیت و فرمانبرداری اپنے اندر پیدا کریں۔ اس لئے چند شعار کی ضرورت پیدا ہوئی ۔۔ اور یہ شعار اسلام میں نماز۔ حج

روزہ اور زکوۃ ہیں۔ اور اس لئے ان شعار کا اختیار کرنا بھی عبادت ہو جاتا ہے۔ اس...... عبادت کی جڑھ یہی ہے۔ کہ انسانی کمالات ظہور پذیر ہوں۔ اور اس طرح انسان کے خالق کا جلال ظاہر ہو۔ اور اسکی تقدیس ہو۔ عبادت کے اس مفہوم کو مدنظر رکھ کر جو ایسے تزکیہ سے قاصر رہا۔ اُس نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا یہ امر تعلیم توحید کی ضرورت کو بھی کھول دیتا ہے۔ ہمارا اللہ کوئی حاسد خدا تو نہیں۔ کہ جیسے دوسروں کے معبود بن جانے سے کوئی گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اسلام نے جو توحید پر اتنا زور دیا۔ تو صرف اس لئے کہ یہی ایک قانون ہے۔ جو انسان کو کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ یہی ایک سحر ہے۔ جو احسن التقویم کے سربستہ راز کو کھول دیتا ہے۔ وہ خالق انسان وغیرہ ہے اور وہی ان کمالات سے واقف ہے جو اُس نے انسان میں اور صحیفہ قدرت کے مادہ میں پوشیدہ ودیعت کر رکھے ہیں وہ اور وہی ارتقاء کے ان تمام قوانین کا عالم ہے۔ جن کے ماتحت ان پوشیدہ کمالات کا خارج میں نشوونما اور ظہور ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے کمالات تک پہنچنے کے لئے وہ راہیں ایک ہی خدا سے لیں ایک ہی خدا کے حکم تلے ہم آجائیں۔ والّا ہم اپنی حقیقت کو گنوا بیٹھیں گے چنانچہ قرآن نے اس طرف اشارہ کیا۔ لوکان فیھما الھتین الا اللہ لفسدتا اور اگر دو خدا ہوتے تو پھر فساد ہی ہوتا۔ اس صورت میں توحید نہ صرف فساد

کے لئے ایک سدراہ ہے۔ بلکہ انسان اور نیچر کے درمیان ایک حقیقی تعلق قایم کرکے دونوں کے کمالات کے انکشاف کی ایک صحیح اور مستقیم راہ کھول دیتا ہے[1]۔

زندگی کا ایک مکمل ہدایت نامہ

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے۔ کہ عبادت کو واقعی ہماری تکمیل اور تزکیہ میں اتنا بڑا دخل ہے۔ تو معاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا ہمیں کسی ہدایت نامہ یا ضابطہ قانون کی ضرورت ہے یا نہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے۔ کہ ہمارے جسمانی حالات ہمارے اخلاق پر بہت گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ اسی طرح ہماری تہذیب اخلاق اور تمدن کے اصول ہماری روحانی زندگی کو ڈھالتے رہتے ہیں۔ ہمارے گردوپیش کے تاثرات سے بھی ہمیں گریز نہیں ہمیں ان سے اور انھیں ہم سے ایک وابستگی ہے جس سے دونوں کو کوئی مفر نہیں۔ پھر ان سب میں ایک اعتدال کی صورت قایم کرنا سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کا احساس پھر ایک مکمل ہدایت نامہ کو چاہتا ہے۔ جو ایسے ہدایت نامہ کی ضرورت سے انکار کرے۔ اور روحانیت کے اصول کو بدنی اور خانگی تعلقات سے باہر تلاش کرے۔ وہ دراصل روحانیت کے اصل منشاء سے ناواقف اور زندگی کے اصول سے ناآشنا ہیں۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے میں اسلام

[1] دیکھو لیکچر توحید الٰہی سلسلہ خطبات غربیہ ۔

کو ایک اور خصوصیت حاصل ہوئی۔ اور وہ یہ کہ زندگی کے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لئے اُس نے قواعد مرتب کئے۔ ہر حیثیت کا انسان قرآن سے اپنی ہدایت کے لئے قوانین اخذ کرسکتا ہے۔ اس طرح اسلام نے اس مشکل کو حل کیا جس کے سامنے اور مذاہب عاجز رہے۔ قرآن میں ایک وحشی کی حالت سے لیکر تمدّن کے اعلیٰ مراتب پر پہنچے ہوئے انسان تک ہر مرتبہ اور ہر حیثیت کے لوگوں کے لئے مختلف قوانین اور ہدایات موجود ہیں۔ خانہ داری کے ابتدائی ہدایات سے لیکر تہذیب کے اعلیٰ مراتب کے اصول تک اس میں درج ہیں۔ الغرض یہی ایک کتاب ہے۔ جو انسان کو پستی سے بلندی کی طرف زمین سے آسمان کی طرف انسانوں سے خدا کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور آخرالامر انسان اور خدا کے درمیان ایک وحدت کا تعلق قایم کرا دیتی ہے۔ اور انسان کو خدا سے ملا دیتی ہے۔ یہی تعلیم ضمناً انسان کو اس الزام سے بھی بری کرتی ہے۔ جو فطری گناہ کے رنگ میں انسان کے گلے کا ہار ہو رہا تھا۔ انسان کی فطرت سلیم ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے مسلم کا نام دیا۔ وہ طبعاً قانون کا پابند ہے۔ وہ فطرتاً خدا کا فرمانبردار ہے۔ گناہ کیا ہے؟ نافرمانی۔ اور اس طرح ہر ایک مسلم یعنی ہر ایک فرمانبردار معصوم یعنی بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ گناہ ایک اکتسابی مرض ہے۔ امراض کی مانند اسکی اصلاح بھی ہوسکتی ہے۔ انسان فطرتاً معصوم ہے اور اس لئے سورۂ فاتحہ میں یہ سکھایا۔ کہ وہ اپنے ہی عمل سے منعم علیہ یا مغضوب

علیہ ہوجاتا ہے۔ مجھے یہ بات ہرگز سمجھ نہیں آتی۔ کہ انسان فطرتاً خطا کار رہ کر کس طرح منعم علیہ کے مدارج کو حاصل کرسکتا ہے۔ اس گناہ کی غلامی سے بھی اسلام ہی نے انسان کو آزادی دی۔ یہ ایک احسان ہے۔ جو قرآن کریم نے ہم پر کیا۔ کہ نہ صرف ہمیں معصوم ٹھیرایا۔ بلکہ ہمارے سامنے ترقیات کا ایک غیر منتہی سلسلہ پیش کردیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل السافلین الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم اجرٌ غیر ممنون

یعنے .... ہم نے انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ استعداد پر پیدا کیا ہے اس میں ارذل سے ارذل مقام پر پہنچنے کے لئے استعداد رکھ دی۔ لیکن جو لوگ صداقتوں کو قبول کرکے اس پر عمل پیرا ہوں۔ اُن کی ترقی لامحدود ہے

کیا یہ خیال کہ انسان لامحدود ترقیات کی قابلیت رکھتا ہے۔ آج ریفارم کا مایۂ ناز نہیں مسٹر لیکی اپنی ایک تصنیف میں فرماتے ہیں:۔

"یہ لاانتہا اور غیر منقطع ترقیات کا خیال ہماری موجودہ زندگی کے تمام تخیل میں جاری ہے۔ کسی مضمون پر کوئی مستند کتاب اُٹھا لو۔ یہی خیال کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہوگا۔ اس خیال نے لٹریچر کی تواریخ میں ایک انقلاب پیدا کردیا ہے"۔

لیکن ترقی کے اس زرین اصول کو کس نے پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے پیش

کیا۔ آؤ تمہیں ہم بتائیں۔ کہ ریشلزم پر تو ابھی بچپن کا زمانہ بھی نہیں گزرا۔ اور یہ خیال دنیا میں ۱۲ صدیوں سے موجود ہے۔ اور جس مکمل صورت میں اسے قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ وہ قرآن ہی کا خاصہ اور حق ہے۔ فرمایا کہ ہم میں دو نوں قسم کی استعدادیں موجود ہیں۔ احسن التقویم پر تو واقعی ہماری تخلیق ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی ایک متضاد امر کا ذکر بھی کر دیا۔ اور وہ اسفل السافلین سے ظاہر ہے۔ کیا ہی سچا اصول ہے۔ ہماری روزانہ زندگی نہایت کھلے طور پر اس کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ وہ انسان ایک ہی قسم کی استعدادیں پا کر دنیا میں آتے ہیں۔ تقریباً مساوی حالات کے ماتحت ان کی پرورش ہوتی ہے لیکن ایک دن بدن ترقی کرتا ہے۔ اور دوسرا روز بروز گرتا چلا جاتا ہے اور یہ کیوں محض اس لئے کہ ایک نے سیدھی راہ کو اختیار کیا۔ اور دوسرے نے اس کے عکس کو ترجیح دی۔ یہ خیال ریشلزم کے خیال سے کہیں بڑھ چڑھ کر صفائی سے اس حقیقت کو کھولتا ہے۔ ریشلزم صرف ترقی کی راہ کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اسلام اس کے مخربات سے بھی آگاہی دیتا ہے۔ مقدم الذکر اس زریں اصول کی تہ کو نہیں پہنچ سکا۔ اور اس لئے ناقص صورت میں اسے پیش کیا۔ اسلام نے جو فطرت کے قوانین کا راز دان تھا۔ اسی اصول کو کامل اور مکمل صورت میں کھول کر بیان کر دیا۔ اور اس کے حصول کی راہ بھی کھول کر بیان کر دی۔ چنانچہ فرمایا:

اُھدنا الصراط المستقیم صراط الذین... الیٰ اٰخر السورۃ"

وہ جو راہ مستقیم کو اختیار کر کے اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اُن کے لئے لا انتہا ترقیات کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا انعام یہی ہے۔ کہ پوشیدہ استعدادیں اپنے پورے کمال میں ظہور پذیر ہوں۔ جو ان ہی استعدادوں کو اُلٹی راہ چل کر بے موقعہ استعمال کر کے اسفل السافلین کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ ان کی حالت کو مغضوب علیہم اور ضال کے نام سے تعبیر کیا۔ انعمت علیہم کا جملہ کیا ہی پُر معنی ہے۔ ہر قسم کے انعامات کا جامع ہے۔ ہر ایک ترقی پر محیط ہے۔ اور قرآن کی اصطلاح میں سب انعامات سے بڑا انعام یہ ہے۔ کہ انسان خدا کا مقرب ہو جاوے۔ اللہ اُسکی دعا کو سنے۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے۔ اور یہ کوئی ناممکن امر نہیں۔ خداوند کریم کی صفات کبھی معطل نہیں رہیں۔ اگر خدا نے گذشتہ زمانے میں کبھی انسانوں سے کلام کیا۔ تو یہ گمان کہ اب وہ تکلم پر قادر نہیں ایک بیہودہ خیال ہے۔ اسی طرح اگر انسان کبھی اس قابل تھا۔ کہ خدا کا کلام اُس کے منہ میں ڈالا جاتا۔ تو کیا اب اُسکی وہ استعدادیں سو گئی ہیں۔ اگر مادی دنیا آئے دن نیوٹن اور ایڈیسن جیسے انسانوں کو جنم دیتی ہے۔ تو کیا اسی بات میں امکان کے لئے روک ہے۔ کہ مسیح۔ کرشن اور بدھ جیسے پاک انسان پیدا ہوں۔ کیا جسمانی مساوات روحانی مساوات کی مقتضی نہیں۔ اس

امکان کو بھی قرآن کریم نے کھول کر بیان کیا۔ قرآن کے باہر بھی ہمیں اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ کرشن بدھ اور مسیح نے اپنی بازگشت کی پیشینگوئیاں اپنے اپنے وقت پر کیں۔ مسیح نے بھی کسی قدر وضاحت سے اس بازگشت کی تفصیل فرمائی۔ چنانچہ یوحنا کی بعثت کو الیاس کا بازگشت قرار دے کر ہمیں یہ سمجھایا۔ کہ خود اس کی بازگشت بھی کسی اور انسان کی صورت میں زمانہ کی ضروریات کے مطابق ہوگی۔ چنانچہ جب کبھی میں سورہ فاتحہ کا ورد کرتا ہوں۔ مجھے کبھی بھی کسی ایسے انعام کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ جس سے مجھے دنیاوی وجاہت عزت اور بزرگی کا خیال ہو۔ میری خواہشات کا نصب العین ہرگز یہ نہیں۔ میں اس دعا میں انبیاء کی وراثت کا دعویدار ہوں۔ میں کسی چیز کا سائل نہیں۔ میں تو ہدایت چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی استعدادوں پر اعتبار ہے۔ دُعا کی قبولیت کی شرط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہر ایک انسان اپنی استعدادوں اور کمالات کے مطابق سن سکتا ہے۔

اسلام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ اپنے تمام سچائیوں کی بناء عقل کے اصول پر قایم کرتا ہے۔ وہ کونسی بات ہے۔ جو موجودہ تہذیب کو مذہب کے تعلق سے باز رکھتی ہے۔ صرف یہی کہ دنیا کے مذہب ایسے عقاید پر قائم نہیں جو عقل کو اپیل کریں۔ ہر ایک مذہب بعض امور کو عقاید کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ ہستی باری تعالیٰ۔ ملائک۔ جزا و سزا یہی چند مسایل ہیں۔ جنہیں

مختلف مذاہب نے مختلف صورتوں میں پیش کیا۔ یہی مسایل اسلام نے بھی اپنے عقاید تامہ میں رکھے۔ کیونکہ یہی ہر ایک سچے مذہب کے اصل اصول ہیں۔ لیکن ایک امر میں اسلام اور مذاہب پر سبقت لے گیا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس نے تمام مسایل کو عقلی رنگ میں پیش کیا۔ منطقی دلایل پر ان کی سچائی کو ہمیشہ کے لئے قایم کر دیا۔ اور اس پر بھی اکتفا نہیں کیا۔ صحیفہ قدرت سے زندہ مثالیں لے کر ان کی سچائی کو تمثیلی رنگوں میں ہمیشہ کے لئے دل نشین کر دیا۔ اس روش پر چل کر ہمیں اور حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا۔ اور وہ یہ کہ آسمانی کتاب کو ہرگز اس بات کی احتیاج نہ ہونی چاہیئے۔ کہ اس کا مبلغ اس کے لئے دلائل ڈھونڈھتا پھرے۔ بلکہ الہامی کتاب کے لئے لازم ہے۔ کہ اپنی سچائی کے لئے خود دلائل قاطعہ پیش کرے۔ اور اپنی سچائی کے ثبوت کے لیے کسی دوسرے کا دست نگر نہ ہو۔ یہ دولت بھی قرآن کریم ہی کا خاصہ ہے۔ انبیاء نے اپنے اپنے رنگ میں اپنی قوموں کو سمجھایا۔ مسیح نے بھی اپنی قوم سے علیٰ قدر عقولہم تمثیلی رنگ میں گفت و گو کی۔ کیونکہ ان کی بابت لکھا ہے۔ کہ وہ ایک نادان قوم تھی۔ لیکن اسلام نے انسان کو اپنے مقابل ایک معقولیت پسند اور مدلل باتوں کو قبول کرنیوالی جماعت ٹھیرا کر ہر تعلیم کو معقولیت کا جامہ پہنایا

اسلام کی اخلاقی تعلیم

تہذیب اخلاق پر ہر مذہب نے اپنے اپنے رنگ میں بہت کچھ سکھایا۔ علمی

مذاق کے مطابق بھی بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔لیکن انسانی فطرت کا جو باریک علم اسلام کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے۔وہ کسی اور کی تعلیم میں نہیں پایا جاتا۔ہم بہت سی استعدادوں کے مالک ہیں۔رحم۔محبت۔حلم اور اسی قسم کے بہت فطریے تقاضے ہمارے اندر ہیں۔ان سب کو اکثروں نے غلطی سے اخلاقی محاسن سمجھ لیا ہے۔اسلام نے اس امر سے انکار کیا ہے۔اور یہ سکھلایا ہے کہ یہ طبعی تقاضے ہیں۔اور قوتیں ہیں۔بذات خود کوئی خوبی یا برائی نہیں۔اگر عقل اور ضمیر کے احکام کے ماتحت ان طبعی قوتوں سے کام لیا جاوے۔تو یہ محاسن ہو جاتے ہیں۔والا یہی قوتیں جن کو بعض نے اخلاق سمجھ لیا۔ہماری ترقی کے لئے روک ہو جاتے ہیں۔اگر یہ اخلاق ہیں۔تو پھر بعض حیوانات میں بھی تو یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔پھر وہ تو محاسن نہیں کہلا سکتیں۔مثلاً گیا بکری میں کمال درجہ کی اطاعت کمال حلم اور انکسار نہیں لیکن پھر کیا یہ صفات بکری میں اخلاق حسنہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ہرگز نہیں لیکن یہی صفات ہیں۔جو عقل کی معیت سے ان روحانی ترقیات کے پیدا کرنے میں ممد ہوتی ہیں۔جن کا ذکر ہم انعمت علیہم کی تفسیر میں کر چکے ہیں انسان کی ان طبعی قوتوں اور اخلاقی محاسن میں یہ باریک تفریق بھی اسلام ہی نے کی۔اس نے اور کتب کی مانند صرف اسی پر اکتفا نہیں کی کہ اخلاقی خوبیوں کی ایک لمبی فہرست تیار کر دی۔بلکہ اس نے نہایت باریک بینی سے

ایک جامع اصول قایم کرکے اُن کے استعمال کا موقع اور محل ہمیں سکھایا۔ اور اس بات کو قرآن نے کھول کر بیان کیا۔ کہ ایک ہی امر ایک وقت میں نیکی اور دوسرے وقت میں متضاد حالات کے ماتحت بدی ہو جاتا ہے۔ ایک مجرم کو بعض حالات میں معافی دے دینا مفید اور دوسری حالت میں مکافات کو پہنچانا سلامتی اور امن کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور غلطی کا ازالہ بھی قرآن کریم نے کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ بعض سخت اور کڑی خصلتیں بھی انسان کی طبیعت میں داخل ہیں۔ جن کو اکثروں نے بیجا طور پر بدیوں کے ضمن میں رکھا۔ اُنھوں نے ان کے موقع اور بے موقع استعمال میں کوئی تفریق نہیں کی۔ گویا کہ خداوند کریم نے غلطی کی تھی۔ کہ غصہ حسد بغض اور عداوت کو ہماری طبایع میں جگہ دے رکھی تھی۔ جہاں قرآن کریم نے سچائی حلم۔ احسان۔ مروت۔ جسارت وغیرہ کی اخلاقی قدر و قیمت کو تسلیم کیا۔ وہاں ساتھ ہی غصہ۔ حسد۔ عداوت وغیرہ کے باموقعہ استعمال کو بھی نیکیوں میں شمار کیا۔ اور مستحسن قرار دیا۔ لیکن اس تیز جذبات کی تعدیل و تہذیب کے لئے بھی ہمیں قواعد کی ضرورت تھی۔ اور اُن سے بھی قرآن کریم نے ہمیں محروم نہیں رکھا +

دراصل جسمانی اور روحانی زندگی کو ایک دوسرے کے متباین سمجھنا ایک بڑی غلطی کا ازتکاب ہے۔ کوئی اعلیٰ اخلاقی یا روحانی کیفیت ہرگز حاصل نہیں

ہو سکتی۔ جب تک کہ روحانی اور جسمانی قویٰ کی باقاعدہ تربیت نہ ہو۔ یہ امر نہایت ہی تشریح طلب ہے۔ لیکن وقت اجازت نہیں دیتا۔ کہ اس پر شرح اور بسط کے ساتھ بحث کی جاوے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں۔ کہ قرآن نے اس پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی +

عورتوں کی حالت

عورتوں کی حالت کے متعلق میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں کچھ عرض کروں گا۔ قبل از اسلام عورت ہر قسم کے حقوق سے محروم تھی۔ یہاں تک کہ اُس کی شخصیت کو بھی تسلیم کرنے میں توقف تھا۔ اسلام نے آن کر عورت کو اس غلامی سے آزاد کیا۔ مساوات کی تعلیم دی۔ یہاں تک اُن کی حالت کو سنوارا۔ کہ آج کل کی تہذیب بھی باوجود مہذب اور روشن اصولوں کے عورت کی اس منزلت اور مقام کو تسلیم نہیں کر سکی۔ جو اسلام نے اُسے دے رکھی ہے۔ اگر عورت پر مرد کی طرف سے بعض فرایض کا بار ڈالا گیا۔ تو اس کے مقابل میں مرد پر بھی عورت کے حقوق کا بوجھ لادا گیا۔ اس طرح اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان مساوات قایم کر دی۔ عورت کے کے لئے ترقی کی تمام راہیں کھول دیں۔ اُسے جداگانہ شخصیت دی اور اس قعر مذلت سے اُسے نکال دیا۔ جس میں غلط عقاید کی غلامی کی وجہ سے وہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال تک کس مپرسی کی حالت میں پڑی رہی +

اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب

یہ وہ معرکۃ الآرا تقریر ہے جو بمقام

(لنڈن)

اڈنبرا میں کی گئی۔

اسلام جس کے معنے اپنے ہر ایک چال وچلن اور عمل و حرکت کو اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کے نیچے کر دینے کے ہیں۔ جو چاہتا ہے۔ کہ انسان اپنی تمام ضروریات۔ سب قسم کی خواہشات اور ہر ایک ارادہ اور رائے کے بالمقابل ان قوانین کا نہایت سختی اور درشتی کے ساتھ پابند رہے۔ ان سب مذاہب کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے جنہیں مختلف زمانوں اور مختلف ممالک میں مختلف پیغمبران الہٰی نے تلقین کیا ہے قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے۔ کہ قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسےٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم

ترجمہ - کہو ہم ایمان لائے اللہ پر - اور جو کچھ نازل ہوا ہماری طرف - اور جو اُترا ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر - ہم ایمان رکھتے ہیں اس پر جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور ان سب نبیوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے - ہم ان سب کو خدا تعالےٰ کے سچّے نبی یقین کرتے ہیں - اور ان میں سے کسی ایک میں بھی (بحیثیت رسالت) فرق نہیں کرتے +

قرآن کریم کے نزول سے پیشتر دنیا کی کسی قوم نے جو کسی الہامی مذہب سے تعلق رکھتی تھی - تمام دوسری اقوام کے عقاید کے متعلق ایسے آزادانہ اعتراف کا برتاؤ جائز نہیں سمجھا - مثلاً یہودی اور عیسائی آج تک یہی خیال جمائے ہوئے ہیں - کہ دنیا کے تمام پیغمبر اور مرسلان الٰہی نسل انسانی کی صرف ایک ہی شاخ یعنی بنی اسرائیل ہی سے پیدا ہوئے ہیں - اور کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی دیگر اقوام کے ساتھ ہمیشہ ہی ایسا سخت ناراض رہا - کہ انہیں غلطیوں اور جہالت میں مبتلا دیکھکر بھی اس نے اُن کی ایک ذرہ برابر بھی پروا تک نہیں کی +

دوسروں کو خدا تعالیٰ کے افضال واکرام سے باہر سمجھنے کے اس طریق نے جو کہ عیسائی مذہب یا اسرائیلیوں کے لئے کوئی تعجب خیز امر نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے - کہ دُنیا کے قریباً تمام مذاہب نے اسی طریق کو اختیار کر رکھا ہے - ایک دوسری اقوام میں تعلی - شیخی - غرور اور آپس میں نفرت کے

جذبات پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ اور اسکی وجہ سے خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان کنبہ
کے متعدد ممبروں میں نااتفاقی اور جھگڑا برپا ہوگیا۔ اپنے اس خیال کو کسی ایک قوم
نے بھی اس الٰہی فعل سے مطابق کرنا جائز نہ سمجھا جو روزانہ ہمیں صحیفہ قدرت
میں نظر آرہا ہے۔ ہمارے خدا نے تو لوگوں کے اندر کسی قسم کی تفریق
نہیں کی۔ اسکی پرورش کا دائرہ تو کسی خاص زمانہ یا ملک تک محدود نہیں۔
وہ تو تمام لوگوں کا پالنے والا۔ سب زمانوں کا سردار۔ کل ممالک اور سب جگہوں
کا بادشاہ۔ تمام افضال کا سرچشمہ۔ ہر ایک جسمانی و روحانی طاقت اور قوت
کا ماخذ حقیقی۔ تمام مخلوق کا روزی رساں۔ اور موجوداتِ عالم کا سہارا دینے
اور قائم رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افضال تو تمام دنیا پر محیط اور سب لوگوں
اور تمام زمانوں پر حاوی ہیں۔ اُس نے تو تمام وہ قوائے اور استعدادیں
جو ہندوستان کے قدیم باشندوں کو عنایت کیں۔ وہی عربوں۔ جاپانیوں
یوروپینوں اور اہل امریکہ کو بھی عنایت فرمائیں۔ خدا کی سرزمین تو سب کے
لئے ایک ہی جیسا فرش کا کام دیتی ہے۔ اور اس کے سورج۔ چاند اور ستارے
سب کو ایک جیسی ہی روشنی دیتے۔ اور ان اثرات سے متاثر کرتے ہیں۔ جو اللہ
تعالیٰ نے ان کے اندر ودیعت کر رکھے ہیں۔ ہوا۔ پانی۔ آگ۔ زمین اور دیگر
اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اشیاء سے سب لوگ یکساں طور پر مستفید ہوتے۔ زمین
کی پیداوار۔ اُس کے اناج۔ گھاس۔ پھول اور میوے وغیرہ کو تمام انسان

استعمال کرنے کا برابر حق رکھتے ہیں۔ الٰہی انعامات کی یہ وسعت ہمیں یہ سبق دے رہی ہے۔ کہ اگر پانی۔ زمین۔ ہوا۔ اور قدرت کے دیگر افضال و اکرام سے دنیا کی کوئی قوم یا بنی نوع انسان کا کوئی حصہ محروم نہیں رکھا گیا۔ تو یہ سب کے ساتھ ایک ہی جیسا سلوک روا رکھنے والا بے طرفدار خدا اپنے کلام سے جو کہ درحقیقت انسانی قابلیتوں کے نشوونما کے اسباب کا سب سے زیادہ ضروری اور لابدی حصہ ہے۔ بنی نوع انسان کو مشرف فرماتے وقت ایسا لاپروا اس قدر غیر منصف مزاج اور اپنی کروڑہا مخلوق پر ایسا ناراض کیوں ہو گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا اور خدائے تعالیٰ کے جسمانی و روحانی افعال میں ایسا بیّن تفاوت قرار دینا ایک قیاس باطل اور غلط خیال تھا۔ یہ ایک ایسی غلطی تھی۔ جو بنی نوع انسان کی باہمی اخوّت کے لئے ایک زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں یہ وہ باطل عقیدہ ہے جسکی ترویج و تلقین میں صدیوں تک قوموں کی قومیں سر توڑ کوششیں کرتی رہیں۔ حتّٰی کہ خدا تعالےٰ کا آخری کلام دنیا پر نازل ہوا جس نے سب سے پہلے اس متفاوت سلوک کے غلط عقیدہ کو رد کیا +

ہماری پاک اور مقدس کتاب قرآن کریم اس خدا کی حمد و ثنا سے شروع ہوتی ہے جو نہ صرف ہندوستان یا عرب۔ ایران۔ شام۔ یورپ اور امریکہ کا ہی پیدا اور پرورش کرنے والا ہے بلکہ تمام جہانوں کا خالق اور ان کو پالنے والا ہے

وہ پاک الفاظ جو یہاں استعمال کیئے گئے ہیں۔ "الحمد للہ رب العلمین" اس قدر وسیع ہیں کہ تمام مختلف انسانوں۔ مختلف اوقات اور مختلف ممالک پر محیط ہیں۔ قرآن کریم کا ایسے وسیع الفاظ سے شروع ہونا صاف طور پر ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ پاک اور مقدس کتاب اس غلط عقیدہ کی تردید کرتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے وسیع اور غیر محدود افضال کو محدود اور اسکی پاک صفات کے فیوض کو کسی ایک قوم کے لئے مختص کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسروں کو اسکی عنایات کے دائرہ سے اس طرح سے باہر نکال دیتا ہے۔ کہ گویا وہ اُسکی پیدائش ہی نہیں۔ یا اللہ تعالےٰ نے انہیں پیدا کر کے ... قطعاً بھلا دیا۔ یا ایک ردّی اور فضول چیز کی طرح باہر پھینک دیا ہے۔ قرآن کریم کی یہ پہلی آیت ایک مسلمان کو سکھاتی ہے۔ کہ جس خالق و قیوم خدا نے تمام انسانوں کے جسمانی نشو و نما کے لئے یکساں سامان مہیا کئے ہیں۔ وہی ہماری روحانی پرورش کے سامان بھی پیدا کرتا ہے۔ یہ عالیشان عقیدہ جو قرآن نے تعلیم کیا ہے۔ بنی نوع انسان میں مساوات اور باہمی محبت و شفقت کو رواج دیتا ہے۔ اور اس تنگ دلی کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ جو نسل انسانی کے ڈھانچہ اور ساخت کو بکھیر کر رکھ دیتا اور خدا تعالیٰ کی عالمگیر ربوبیت کے باوجود بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتا ہے۔ قرآن کریم کی یہ فیاضانہ تعلیم جناب موسیٰ اور عیسیٰ کی محبت میرے قلب میں پیدا کرتی اور ان کی تعظیم و تکریم پر دل کو ابھارتی ہے۔ اس تعلیم کی وجہ

سے میں جناب رامچندر جی مہاراج اور جناب کرشن کی عزت کرنا اور ان پر ایمان لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ قرآن کریم کے ساتھ اگر ایک طرف ہم بائبل کے مقدس حصص کو بھی کلام الٰہی تسلیم کرتے ہیں۔ تو ساتھ ہی ہم گیتا اور ہندوستان کی دیگر مقدس کتب کو بھی اپنے ہندو برادران وطن کی شمولیت میں اپنی ہی ملکیت سمجھتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کریم کی اس تعلیم کی رو سے اسلام ہر ایک اس مذہب اس عقیدہ اور اس صداقت کا نام ہے۔ جو کہ وقتاً فوقتاً مختلف ممالک اور اکثر قبایل میں ملہمان الٰہی نے تلقین کی ہے۔ وہ یکسان اور ایک ہی سرچشمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک ہی ہستی کی طرف سے وہ دنیا میں بھیجے گئے اور یکساں اور ایک ہی صداقت کو اُنھوں نے تلقین کیا۔ لیکن آہ! ازمنہ سابقہ میں ایسے مؤثر اور کارگر ذرائع کے جو ابتداء سے الٰہی تعلیمات کو زمانہ کے تاثرات سے صحیح وسلامت اور محفوظ رکھتے۔ فقدان کی وجہ سے ایک زمانہ گذرنے پر انسانی الحاقات و تحریفات کے مواقع اور سامان پیدا ہو گئے۔ برخلاف اس کے وہ زبانیں جن میں یہ کتب مقدسہ الہام کی گئیں۔ متواتر تبدیلیوں کی مورد ہونے کے باعث قطعی طور پر متروک الاستعمال ہو گئیں۔ اور آیندہ نسلوں کیلئے اصل الفاظ کے صحیح مطلب تک پہنچنے کے لئے ناقابل عبور مشکلات اور رکاوٹیں پیدا ہو گئیں علاوہ ازیں انسانی قواء اور استعدادوں کے نشوونما اور بدیوں اور بدکاریوں کی پیچیدہ صورتوں اور حالتوں کی وجہ سے جو دنیوی

تہذیب کا ایک لازمی نتیجہ ہیں۔ ایسی نئی ضروریات پیدا ہوگئیں۔ جو نئے احکام اور تعلیمات کی متقاضی تھیں۔ ان پیدا ہونیوالی مشکلات کو حل کرنے کے لئے نبی پر نبی آتے رہے۔ جنہوں نے آکر ان پرانی تعلیمات کو دہرانے کے ساتھ حسب تقاضائے وقت بعض نئے اور ضروری احکام بھی تلقین کئے۔ انسانی گروہ کی مختلف شاخیں قدرتی حدبندیوں کے باعث جتنی جتنی ایک دوسری سے دور اور الگ الگ رہتی تھیں۔ اور آپس کے تعلقات اور میل جول کے لئے جس قدر کم وسایل ان کو حاصل تھے۔ اتنے ہی ہر ایک قوم کو اپنے لئے علیحدہ علیحدہ پیغمبروں کی ضرورت تھی۔ اور وہ ان میں مبعوث کئے گئے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وان من امة الا خلا فیھا نذیر۔ اور پھر فرماتا ہے۔ ولکل قوم ھاد۔ پھر فرمایا ولقد بعثنا فی کل امة رسول۔ ترجمہ۔ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو ہر ایک کے لئے ایک ہادی ہے۔ اور ہم نے ہر ایک قوم میں ایک رسول مبعوث کیا۔

اگر ہندوستان میں ویدک رشی نیز جناب کرشن۔ رامچندر اور گوتم بدھ جیسے پاک انسان مبعوث ہوئے۔ تاکہ ان کی اطاعت اور پیروی سے ان اعلیٰ مراتب کو حاصل کیا جائے۔ جو قرب و وصال الٰہی کا نشان ہیں۔ تو چین میں جناب کنفیوشش کی شکل میں ایک ایسا ہی زبردست رہنما پیدا ہوا

اگر جناب زرتشت ایران میں مقدس روحانی آگ کے روشن کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے۔ تو شام کی سرزمین بھی اس الٰہی چشمہ سے سیراب کی گئی۔ جو کوہ طور سے رشد و ہدایت کا آب صفائے کر بہ نکلا۔ اسی طرح سے جب کبھی اور جہاں کہیں بدیوں کا غلبہ ہوا۔ اور لوگ بدکاریوں میں مبتلا ہوئے۔ تو وہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے کسی نہ کسی انسان کو کھڑا کر کے اُس کے ذریعہ اسلام کی بجھتی ہوئی شعاعوں کو دوبارہ روشن کیا۔ اسی تسلسل واقعات کے دوران میں دنیا پر ایک اور حالت کا ظہور ہوا۔ اور بالکل نئے حالات پیدا ہو گئے قوانین الٰہی کی خلاف ورزی دنیا کے ہر ایک گوشہ میں کی جانے لگی۔ اور الٰہی حدود و قواعد تمام کرۂ ارض پر یک مرتبہ توڑ ڈالے گئے تاریکی۔ جہالت کفر و الحاد بد دیانتی۔ فواحش اور ناواجب آزادی جیسی بدترین خصائل تمام دنیا پر بادلوں کی طرح چھا گئیں۔ ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم رذالت اور کمینگی میں حد درجہ پر پہنچ گئی۔ اور نیکی یہاں تک معدوم ہو گئی۔ کہ گناہ اکثر مواقع پر گناہ نہیں۔ بلکہ ایک قابل تعریف فعل سمجھا جانے لگا۔

ہمارا یہ بیان شاید بہت سے کانوں کے لئے ایک بالکل نئی بات ہو لیکن ہمارا مطلب اس سے صرف ان تاریخی واقعات کا حوالہ دینا ہے۔ جن سے اس حالت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ جو بعثت مسیح سے چھ سو سال بعد تمام سطح ارض پر مسلط تھی۔ اور جو اس بات کی کافی شہادت ہے۔ کہ

ارتقائے انسانی کے اس زمانہ میں نسل انسانی اخلاقی وروحانی تنزل کے انتہائی گڑھے میں گر چکی تھی ایسی بدیوں کی فراوانی کیوقت میں ہی ہمیں مذہبی تاریخ کا وہ زمانہ دکھائی دیتا ہے۔ کہ جب کوئی پیغمبر الٰہی دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے قانون قدرت میں اندھیرے کے بعد روشنی کے نمودار ہونے خشکی اور امساک باراں کے بعد مینہ کے برسنے کا قاعدہ عام طور پر رائج ہے۔ ان حالات میں ضروری تھا۔ کہ یا تو مختلف ممالک میں کثیر التعداد پیغمبر مبعوث ہوتے۔ یا ایک ہی پرشوکت اور سب پر حکمران انسان دنیا میں آکر قدیم مذہب اسلام کو اپنی کامل اور مکمل شکل میں قایم کرتا۔ مگر اس وقت تاریخ عالم نے ایک نیا رنگ بدل لیا تھا۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے۔ جن کی وجہ سے دنیا کی مختلف اقوام کے درمیان باہمی تعلقات کے قیام اور میل جول کا سلسلہ جاری ہونے میں بہت سی آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ انسانی سوسایٹی کے مختلف افراد جو قدرتی اور مصنوعی حدود کی وجہ سے ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ اس قدر ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئے۔ اور اُن کا باہمی رشتہ ارتباط اس قدر بڑھ گیا۔ کہ گویا وہ سب کے سب مل کر ایک ہی کے حکم میں ہو گئے دنیا کا یہ اس قدر وسیع اور طویل و عریض خطہ ایسا ہو گیا۔ کہ گویا یہ ایک ملک ہے۔ تمام ممالک شہر بن گئے۔ اور شہر بمنزلہ بازاروں

کے ہوگئے۔ مختلف اقوام اور مختلف طبقوں کے انسان بالکل قریب تھا کہ ایک دوسرے سے مل جائیں۔ ایک ایسے موقع انصال و میل ملاپ پر مختلف ہدایات بھیجنا بالکل گڑبڑ اور بے قاعدگی پیدا کرنا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک آخری پیغمبر اس جگہ مبعوث فرمانا پسند کیا۔ جو اس وقت معلومہ دُنیا کا گویا مرکز تھی۔ جیسا کہ اُس زبان کے لئے جس میں خدائے تعالیٰ کا آخری الہام نازل ہو۔ ضروری ہے۔ وہاں کی زبان۔ الفاظ اور اُن کے مفردات کے معانی کے لحاظ سے کسی تبدیلی کے ہرگز متحمل نہیں۔ زبانیں آئے دن بنتی ہیں اور بہ سبب ان متواتر تبدیلیوں کے جو اُن کے الفاظ اور معانی میں آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد مردہ زبان کے ہم آغوش ہو جاتی ہیں۔ جسکی وجہ سے پُرانے مقدس صحایف بالکل ناقابل فہم اور سخت مشکل ہو جاتے ہیں سطح زمین پر کی تمام زبانیں اسی نتیجہ کی مورد ٹھیر چکی ہیں۔ اور آئے دن موت کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔ اور اگر اس عام قاعدہ کے لئے کوئی استثنا ہے۔ تو وہ جیسا کہ پروفیسر وہٹنی اور دیگر یورپین ماہران علم الالسنہ (فلالوجسٹ) کو بھی اعتراف ہے۔ زبان حجازی کے لئے ہے۔ جس میں کہ قرآن نازل ہوا۔ عربی زبان کی یہ ناقابل تبدیل خاصیت جسکی وجہ سے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔ اس کو خدا تعالےٰ کے آخری الہام کی تخت گاہ بننے کی حق دار بنا دیتی ہے۔ عربی زبان میں ایک اور عجوبہ اور خصوصیت اس

کے الفاظ کی وسعت معانی اور کثرت مطالب پر حاوی ہوتا ہے۔ عربی الفاظ اپنے اندر از حد فصاحت و بلاغت کو لئے ہوئے ہیں۔ اس زبان کا ایک ایک لفظ ان تمام مطالب کو واضح کر دیتا ہے۔ جن کے لئے کسی دوسری زبان میں ہمیں صفحوں کے صفحے سیاہ کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے بھی دینی و مذہبی عقاید و احکام کی تلقین کے لئے ان سے زیادہ موزون اور کسی زبان کے الفاظ نہیں۔ یوں تو یہ امر بجائے خود ایک مستقل مضمون کو چاہتا ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہاں اس بات کے ثبوت میں ایک دو مثالیں ہی پیش کر دی جائیں۔ تاکہ ہمارا یہ دعوےٰ نرا ہماری خوش فہمی اور حسن عقیدت پر ہی مبنی خیال نہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں لفظ "گناہ" کو لیتے ہیں۔ مختلف مذاہب اور فرقوں کے دینیات میں گناہ کی کیفیت اور تعریفات ایک دوسری سے بالکل مختلف ہیں۔ لیکن کیا مختلف زبانوں کے تمام وہ الفاظ جو گناہ کے مترادف سمجھے جاتے ہیں۔ گناہ کے متعلق مذہب کی صحیح منشاء کو ٹھیک ٹھیک بیان کرنے پر قادر ہیں۔ کیا انگریزی لفظ سن Sind یا یورپ کی کسی اور زبان کا کوئی لفظ جو اس کے مترادف ہو۔ گناہ کے متعلق عیسائیت کے بیان کردہ خیال کو ٹھیک طور پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ایسا ہی کیا فارسی لفظ "گناہ" زرتشتی مذہب کے اس بارہ میں صحیح اعتقاد کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔ یا کیا سنسکرت کا

لفظ "پاپ" اس کیفیت اور منشا کو بیان کر دیتا ہے۔ جو ویدوں کے نزدیک برائی اور بدی سے متعلق ہے۔ ہم ان الفاظ سے ان معانی کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو ان تمام مذاہب نے تجویز کیئے ہیں۔ لیکن آؤ۔ ہم تم پر عربی زبان کے الفاظ کی اس نادر خصوصیت کو منکشف کریں۔ اور دکھائیں کہ اس پاک زبان میں گناہ کے ہم معنی جو الفاظ ہیں۔ وہ ان تمام مطالب کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ جو ہمارے مذہب میں گناہ کے متعلق بیان ہوئے ہیں قرآن کریم کی تعلیم کے بموجب کوئی چیز بحیثیت خود صحیح یا غلط کچھ بھی نہیں ہر ایک چیز جو مخلوق الٰہی میں داخل ہے۔ اپنے خاص فواید کو لئے ہوئے ہے۔ ان اغراض سے علاوہ ان سے کوئی کام لو بس حسب ارشاد قرآن کریم یہی گناہ ہے۔ گناہ کے اس مفہوم کو عربی الفاظ جناح۔ ذنب۔ آثم اور جرم باحسن وجوہ ادا کرتے ہیں۔ ہر ایک چیز جو اپنے مناسب موقع کے خلاف استعمال کی جائے۔ اس کا نام جناح ہے۔ ہر ایک خلاف قاعدہ فعل کا نام ذنب ہے۔ ہر ایک چیز جسے اس کے اصل سے علیحدہ کر دیا جائے۔ جرم ہے۔ اپنے اس بیان کو زیادہ مضبوط ثابت کرنے کے لئے ہم یہاں لفظ توبہ کو جو کہ رجوع کا مترادف عربی لفظ ہے۔ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ توبہ کے لغوی معنے کسی کا اس جگہ کو واپس لوٹنا ہے۔ جہاں سے اس نے انحراف کیا تھا۔ اس لحاظ سے گناہ کے معنے اسلام میں کسی جگہ یا کام

یا چیز سے پھرنا اور توبہ کے معنے اس طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ یہ تو لفظ جناح اور توبہ کے لغوی معنے ہیں۔ اور بھی کئی ایک صداقتیں اسلام کے اندر پائی جاتی ہیں خدا تعالےٰ کی ذات و صفات کے متعلق قیاس۔ الہام۔ فرشتہ۔ نبوت۔ بُرائی۔ نیکی۔ دوزخ آسمان اور اوُر ایسی ہی اکثر چیزوں کی ماہیت جو مذہب نے بتائی ہے۔ عربی زبان کے الفاظ ہی اس کو ٹھیک طور پر بیان کر سکتے ہیں۔ دوسرے مذاہب میں ان تمام مذاہب کو سمجھنے کے لئے ہمیں بہت سی کتابیں اور رسالے پڑھنے پڑتے ہیں۔ لیکن اسلامی مسایل کو سمجھنے کے لئے ہمارے لئے صرف عربی الفاظ کو سمجھ لینا ہی کافی ہے۔ دوسری کوئی ایسی زبان ہمارے علم میں نہیں جس کے الفاظ میں یہ وسعتِ معنوی پائی جاتی ہو۔ اور اس لئے ہمارا یہ کہنا بے جا نہیں۔ کہ اگر دُنیا کے تمام مختلف حصص کے اکٹھے ایک ملک کے حکم میں آجانے سے کسی [illegible] ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اگر وہی قدیم مذہب اسلام اپنی کامل اور [illegible] ہمیشہ کیلئے دنیا میں بھیجا جانا ضروری ہے۔ تو سوائے عربی زبان کے اور کوئی دوسری زبان اسکی تبلیغ کا ذریعہ بننے کے قابل نہیں ۔

قرآن نے نازل ہو کر اس قدیم اسلام کو پھر تلقین کیا۔ جو اس سے پیشتر دیگر ملہمانِ الٰہی تلقین کر چکے تھے۔ اس پاک کتاب میں ان ہی گزشتہ صداقتوں کو تمام الحاقات اور غلط بیانیوں سے پاک کر کے دہرانے کے ساتھ بعض نئی اور ضروری تعلیمات بھی سکھائی گئیں۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے۔ رسولٌ من اللہ

يتلوا صحفا مطهرة فيها كتب قيمة۔

قرآن کریم ان صداقتوں کو جو وید مقدس۔ بائبل اور گیتا میں بیان ہوئی ہیں یا جن کا پتہ جناب رام چندر۔ جناب بدھ اور دیگر انبیائے کرام کے اقوال سے چلتا ہے دھراتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس موجودہ وقت کے حسب حال جبکہ خدائے تعالیٰ کی وہ تمام مخلوق جو گذشتہ صحف و الہامات کے موقعوں پر بالکل جدا جدا اور ایک دوسرے الگ الگ رہا کرتی تھی ایک دوسرے کے بالکل قریب آگئی۔ اور اس کا رشتہ ارتباط بہت بڑھ گیا ہے۔ قرآن کریم ان تمام قوانین کو بیان فرماتا ہے جو ہماری روز مرہ کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے والے ہیں۔ اگر کوئی چند اخلاقی باتوں اور رسومات کا ہی مجموعہ نہیں۔ بلکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق ہمارے لئے صحیح معلومات فراہم کرتا اور فرشتہ الہام نبوت۔ اخروی زندگی۔ آسمان اور دوزخ وغیرہ جیسی بڑی بڑی اور اعلےٰ صداقتوں پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ تو دوسری طرف اس نے ہمارے لئے بہت سے ایسے قوانین وضع فرمائے ہیں۔ جو سیاسی روحانی معاشرتی اور خانگی معاملات میں ہماری پوری راہبری کرتے ہیں۔ جن پر عملدر آمد کرنے سے تمام بنی نوع انسان کمال انسانی کو پالیتے ہیں۔

قرآن کریم نے صرف نماز۔ روزہ اور قربانی یا زکوٰۃ کے احکام تک ہی

محدود نہیں۔ بلکہ یہ زندگی کا ایک کامل ضابطہ ہے۔ اگر ایک بادشاہ کیلئے اسمیں ملک پر حکومت کرنے کے لئے چند ایک قوانین دیئے ہیں تو رعایا کو بھی بادشاہ وقت کی خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم فرمانبرداری کا اس نے حکم دیا ہے۔ اسی طرح ایک واضع قوانین۔ ایک وزیر۔ ایک جج۔ ایک فوجی افسر۔ ایک سوداگر ایک پیشہ ور۔ ایک بیٹا۔ ایک باپ۔ ایک بھائی۔ ایک خاوند۔ ایک بیوی۔ ایک ہمسایہ۔ ایک دوست امیر اور غریب۔ الغرض زندگی کے مختلف مراحل اور واقعات میں انسان کو اس مقدس کتاب سے اپنی ہدایت کیلئے بہتری کا جس سے وانسانی برادری کا ایک مفید عنصر اور ایک اعلیٰ درجہ کا شہری بن سکتا ہے۔ کافی سامان مل سکتا ہے۔ یہ کامل تعلیم صرف قرآن کریم میں ہی ہمیں مل سکتی ہے۔ اور اس لئے ہم مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ وہ پرانا اور قدیم مذہب اسلام جو انبیاء کی کثیر التعداد نسلوں نے تلقین کیا تھا۔ قانون کے لحاظ سے اس آخری الہامی شکل میں اپنے کمال کو پہنچ گیا جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

عدم گنجائش صفحات اجازت نہیں دیتی کہ ہم ان مباحث کو تفصیل کے ساتھ لکھیں جن کا ہم نے مختصراً اوپر ذکر کیا ہے۔ لیکن اسلام کے بارہ میں یہ بحث ناانصافی ہوگی اگر ہم ان بیسیوں ضروری دلائل میں سے

جو اس کے نزول کی ضرورت کو ثابت کرتے ہیں۔ اس ایک نہایت ضروری بات کا حوالہ نہ دیں۔ جس کہ خود قرآن کریم نے یوں ذکر فرمایا ہے۔ کہ وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدیٰ ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب صرف اس لئے اتاری تا کہ تو ان تمام اختلاف کو جن میں کئی ایک فرقے اور جماعتیں مبتلا ہیں۔ کھول کھول کر بیان کر دے۔ تا کہ وہ ایمان لانیوالوں کیلئے باعث ہدایت و رحمت ہو اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں کے درمیان سخت اختلافات واقع ہو چکے ہیں اختلاف آرا... مختلف مزاجوں اور طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے بہت سے خیالات قائم ہو جاتے ہیں۔ یہ اختلاف ہمارے خیال میں کسی مذہب کیلئے ہرگز مضر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے بنیادی اصول ٹھیک طور پر سچائی کے ساتھ تعلیم و تلقین ہوتے رہیں۔ اور ان میں کوئی اختلاف اور تغیر و تبدل واقع نہ ہو۔ جیسے کہ اسلام کے مختلف فرقوں کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے تمام فرقے اسلام کے بنیادی اصولوں کو ایک ہی طرح پر مانتے اور ان پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ باقی ان اصولوں سے نیچے اتر کر دیگر فروعی مسائل چھوٹے چھوٹے اختلافات سے اصل مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ لیکن دوسری طرف دیگر اکثر

مذاہب کے اندرونی فرقہ جات کی حالت پر ذرا نظر کرو۔ انکے بنیادی
اصول بھی ایک دوسرے فرقہ سے بالکل مختلف ہیں۔ اور باوجود
اس کے ہر ایک فرقہ اپنے خیال کی تائید میں اصل کتاب سے ہی سند
لاتا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے۔ ان تمام کے خیالات ہرگز صحیح نہیں ہوسکتے
ایک ہی اعتقاد بہر حال صحیح ہوسکتا ہے۔ رومن کیتھولک اور
.... چرچ ان دونوں عیسائی فرقوں کے اعتقادات کو صحیح
نہیں کہا جاسکتا۔ ان دونوں میں سے کوئی اور صرف ایک کو ہی
مسیح کی صحیح تعلیم کہا جاسکتا ہے۔ بدھوں کے ہاں بھی دو قسم کے
لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ اور دوسرے جو نہیں
ان دونوں میں سے ایک ہی صحیح راہ پر ہوسکتا ہے یہی حال دیگر
مذاہب کا ہے۔ ان سب کے اصول ایمانیات شاخ در شاخ ہوکر ایک
دوسرے سے بالکل مختلف ہوچکے ہیں۔ اور یہ ایک کی اور اظہر من الشمس
بات ہے کہ سچائی بہر حال ایک ہی پہلو رکھتی ہے۔ نہ کہ بہت سے پہلو
اگر خدا تعالےٰ ہی تمام مذاہب کا سرچشمہ اصلی ہے۔ اگر وہ از راہ
شفقت وقتاً فوقتاً اپنی صحیح منشا کو دنیا میں ظاہر کرتا رہتا ہے۔
اگر اسنے ہمیشہ کسی ایک انسان کو اپنی باتوں کے منوانے کے لئے دنیا
میں ایک واسطہ ٹھیرایا ہے۔ اور اگر اس کی بتائی ہوئی راہیں اور

اس کے قوانین کبھی بھی تبدیل نہیں ہو سکتے - تو جناب مسیح کی بعثت کے بعد مختلف مذاہب پر جو انقلاب آیا ہے - اور ان میں جو اختلافات واقع ہو گئے ہیں - ان کے رو سے اب ہر ایک مذہب کے صحیح اعتقادات کے متعلق ایک آخری فیصلہ ہونا چاہئیے - ایک مسیحی اور غیر مسیحی کے درمیان نہیں - بلکہ عیسائی کا خود عیسائی کے ساتھ فیصلہ ہونا ضروری ہے - نبی عرب صلعم کی بعثت سے پہلے یہ تمام فرقہ جات موجود تھے - اب اس وقت یہ ضرورت لاحق ہو چکی تھی کہ کوئی ایک شخص دنیا میں آئے - اور وہ مذہب کی پرانی اور اصلی شکل کو پھر رواج دے - یہ عظیم الشان کام دنیا کے آخری نبی حضرت محمد صلعم نے ہی سر انجام دیا - اسی لئے قرآن کریم نے اپنے آپکو حکم کے نام سے پکارا ہے یعنے یہ پاک کتاب فیصلہ کر دیتی ایک مسیحی کا دوسرے مسیحی کے ساتھ - ایک ہندو کا دوسرے کے ساتھ - ایک بدھ مذہب کے پیرو کا اسکے دوسرے ہم مذہب کے ساتھ - پس اس لحاظ سے ایک مسلم اللہ تعالے کے ان سب احکام کی جو حضرت موسی کی معرفت تلقین ہوئے - اور اس کے قانون مکافات کی جائز حدود کے اندر پیروی کرنیکی وجہ سے اسرائیلی بھی ہے - وہ بسبب ان تمام ظاہری رسوم اور قیود کے انسداد کی وجہ سے جو فریسیوں کی ایجاد کردہ ہیں - اور انکی ظاہر پرستی اور مکارانہ چالوں سے انحراف کے باعث

مسیحی بھی ہے۔ ایک مسلمان ان رحم آمیز ہدایات کو بھی نگاہ رکھتا ہے جو بہائی تعلیم کے نام سے مشہور ہے۔ بشرطیکہ وہ صحیح اور اصلی ثابت ہو۔ مسلمان کا دوسروں کے ساتھ رحم کا برتاؤ یا ان سے بدلا لینا حسب تقاضائے وقت ہوا کرتا ہے۔ ہاں ایک مسلمان بت شکن ہونے کے سبب ایک آریہ ہندو بھی ہے اور ہر ایک قوم اور مذہب کے پاک اور مقدس لوگوں کی جنہیں اوتار کہا جاتا ہے۔ عزت و تکریم کرنے کے باعث سناتن دھرمی بھی۔ وہ بسبب نروان یعنے فنا فی اللہ کی تعلیم مائل ہونے کے ایک بدھ است بھی ہے اور توحید باری تعالیٰ کا اعتقاد قائم کرنے کے سبب سے ایک یونیٹرین عیسائی بھی۔ الغرض ایک مسلمان قرآن کریم کے ذریعہ تمام مذاہب کی ہر ایک خوبی کو لیتا اور ان تمام باتوں کو ترک کر دیتا ہے۔ جن میں کوئی انسانی ملاوٹ ہو۔ اور اسی کا نام اسلام ہے ❖

عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں ضرورت اسلام

(یہ لیکچر ۱۹- اپریل ۱۹۱۴ء کو بمقام لندن دیا گیا)

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا

(ترجمہ) اور (اے محمدؐ) ہمنے یہ کتاب تم پر اس لئے نازل کی ہے کہ (یہ دیگر مذاہب والے) جن اختلافات میں پڑے ہوئے ہیں۔ انکو مٹا دے۔

قرآن کریم نے اپنی ضرورت بیان کرتے ہوئے مختلف دلائل دیے ہیں۔ اور ان دلائل میں ایک دلیل آیت بالا میں دیگئی ہے تمام مذاہب ماقبل اسلام اگرچہ منجانب اللہ ہی تھے۔ لیکن وہ اپنے بانیوں کے چلے جانے کے بعد ہی اپنی اصلیت کو قائم نہ رکھ سکے۔ ہر ایک مذہب میں مختلف فرقے پیدا ہو گئے۔ اور یہہ فرقے ایک دوسرے سے اصولی اختلاف رکھتے تھے۔ حتی کہ کسی مذہب کے مختلف فرقوں میں یہہ دریافت کرنا مشکل ہو گیا۔ کہ حقیقی مذہب کی شکل کیا تھی۔ اسلام کے نازل

ہونے پر ہر مذہب کی یہ شکل تھی اور ایک طرح آج بھی وہی حالت ہے۔ کسی مذہب کو لے لو۔ اس میں فرقے در فرقے پاؤ گے۔ نام ان سب فرقوں کا ایک ہی مذہب تلے آجاتا ہے لیکن بنیادی اصولوں میں بھی یہ فرقے ایک دوسرے سے الگ ہوجاتے ہیں۔ اور پھر ان متضاد اصولوں کا سرچشمہ وہ ایک ہی کتاب ٹھیراتے ہیں۔ ہماری مافی الضمیر کی بہترین تشریح ہندو مذہب ہے جسطرح ایک سمندر مختلف رنگوں کے پانی اپنے اندر سنبھال لیتا ہے اسی طرح ہندو مذہب ہے۔ اس کی مقدس کتاب وید ہے اور اسی میں سے مختلف شاخیں نکلی ہوئی ہیں۔ مثلاً ہستی خدا کا قائل یا ہستی باری سے منکر یا متشکک۔ توحید کا قائل۔ یا بہت بہت سے خداؤں والا مشرک انسانوں میں خدا کے اوتار ماننے والا یا ایسے اوتاروں سے انکار کرنیوالا۔ ایک بت پرست یا بت شکن۔ الہام الٰہی کا قائل یا منکر الہام الٰہی۔ تناسخ پر ایمان رکھنے والا۔ یا اس مسئلہ کو جھوٹا سمجھنے والا۔ ایک پرہیزگار وشنو کا پجاری یا ایک اباحتی شاکتک۔ یہ سب کے سب ہندو ہیں۔ یہ اپنے اصولوں اور ایمانیات میں ایک دوسرے سے اس قدر متضاد ہیں جیسے دو قطبین۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ سب کے سب اپنے عقاید اور ایمانیات کو ایک ہی کتاب یعنے وید سے اخذ کرتے ہیں۔ اسلام سے پہلے دوسرے مذاہب بھی یہ نقشہ پیش کرتے ہیں۔ بدھ مذہب میں بعض دھریہ ہیں اور بعض خدا کی ہستی

کے قائل۔ آخرالذکر فرقہ پھر دو فرقوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ ایک وہ جو خدائے تعالےٰ کی ذات انسانی جذبات سے متصف خیال کرتا ہے اور دوسرا وہ جو اس کے اُلٹ خیال کرتا ہے۔ اب عیسائیت کو ہی دیکھ لو۔ اس کا بھی یہی حال ہوا۔ اسکی ابتداء ہی میں بہت سے فرقے پیدا ہوگئے۔ ارین۔ نسطوری۔ ابیونائٹ۔ مانومنٹی سابلی۔ مریمی یہ فرقے ابتدا میں ہی پیدا ہوگئے تھے۔ اور اپنے عقاید میں ایک دوسرے کے مخالف اور ایک دوسرے کے دست بگریباں نائکس کے مقام پر جو کونسل ہوئی۔ وہ دراصل اس لئے جمع ہوئی تھی کہ ان فرقوں کی متضاد تعلیم میں سے کونسی تعلیم عیسائیوں کو اختیار کرنی چاہیئے۔ گویا ایمانیات کیا تھے۔ ایک انسانی تجویز تھی۔ اس کونسل میں مسئلہ تثلیث کو فضیلت دیگئی۔ اور اتھنوشیین عقاید لکھے گئے۔ پوپ ان کے بعد کچھ صدیوں تک عیسائیت پر حکمران رہا۔ لیکن آخرکار اس کے معصوم عن الخطا ہونے پر ایمان متزلزل ہونے لگا۔ اس پر فرقہ پراٹسٹنٹ پیدا ہوگیا۔ جسکی پھر اسقدر شاخیں ہوگئیں جس قدر انسان تصور میں لاسکتا ہے اور آجتک نئے فرقوں کا پیدا ہونا ختم نہیں ہوا۔ یہ سارے کے سارے فرقے عیسائی کہلاتے ہیں۔ لیکن انکے اصولوں میں مشرق و مغرب کا بُعد۔ تو پھر کیا یہ کے سب فرقے سچے

ہیں۔ خصوصاً اختلافی امور میں صداقت تو دو جہیں ہیں ہوتی۔ کسی مضمون پر سچی رائے تو ایک ہی ہوگی۔ اب اصل مذہب کی صحیح شکل کیا تھی۔ یہہ ایک سوال ہے جو مشکلات کو پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً مسیح کو خدا ماننا صحیح ہے۔ یا اسکو انسان ماننا۔ پھر اس کے علاوہ مختلف امور ایمانیات میں ان مختلف فرقوں کا مذہب عیسائی کی تعلیمات میں ایکدوسرے کے سخت مخالف ہے۔ مثلاً مسئلہ بخشش گناہ۔ مسئلہ ضرورت اعمال۔ مسئلہ ابدیت جہنم۔ مسئلہ عشائے ربانی۔ مسئلہ تقدیر۔ مسئلہ بپتسمہ اور اسی طرح اور بہت سے امور۔

سوال یہ ہے کہ مسائل بالا پر جناب مسیح کی تعلیم کیا تھی۔ وہ کون ہوگا۔ جو ان اختلافات کو مٹائے جس طرف کہ قرآن آیت بالا میں اشارہ کر رہا ہے ہمیں جواب میں کہا جاتا ہے۔ کہ ان اختلاف کے مسائل میں اصلی حکم کلیسیا ہے۔ جو روح القدس سے بھرپور ہو۔ لیکن کون کلیسیا۔ ؟ یا انگلیکن۔ کلیسیا اعلےٰ یا کلیسیا اسفل۔ اور ان سب کے مقابل بلحاظ قدامت کیوں یونانی کلسیا کو ترجیح نہ دیجائے۔ اس کے علاوہ ایک غور طلب سوال بھی ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ کلیسیا کیا ہے؟ چند مقدس علما کا جمع ہو کر ایک مسئلہ پر رائے دینا۔ کیا۔ خدا تعالے نے مذہبی امور پر اپنی منشا اور ارادہ کو ظاہر کرنے کے لئے کبھی کسی

کونسل کو یا جماعت علماء کو اپنا ذریعہ ٹھیرایا۔ یا اس نے اپنی صد اقتوں
کو ہمیشہ ایک انسان پر الہام کیا۔ اور ہمیشہ ایک اور صرف ایک ہی انسان
اس ضرورت کے دفعیہ کے لئے مبعوث ہوا کسی مذہب کو دیکھ لو اسکی
شروع ایک ہی انسان سے ہوتی ہے۔ ہر ایک مذہب کے ماتحت کئی ایک
انبیاء نظر آتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے بعد آئے۔ کسی نے
ان میں سے قدیم مذہب کی تجدید کی۔ کبھی کسی نے قدیمی مذہب کو
انسانی آلائش سے پاک کیا۔ کبھی کوئی پرانے مذہب پر کوئی نئی تعلیم
حسب ضرورت مکان و زمان ایزاد کرنے آیا ہمیشہ ایک ہی انسان
مقدس انسان وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتا آیا۔ اگر آلہی سنن تبدیل ہیں
اور اسکی ربوبیت کے راستے یکساں چلے آئے ہیں تو اسکی وہ سنت
جو مذہب کے متعلق قدیم سے چلی آئی ہے۔ کیونکر بدل جائے صحیفہ
قدرت میں جب کبھی کسی چیز کی کمی واقع ہو جاتی ہے تو اس کے پیدا کرنے
کے لئے وہی اسباب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جن سے وہ چیز پہلے پیدا ہوئی
قانون آلہیہ کے لاتبدیل ہونے کی یہ خاصیت ہی ذمہ دار ان سب علوم کی
ہے جنکو سائنس احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور یہی بات ہم باتمن فطرت میں
مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر مادی دنیا میں ایک قسم کا نتیجہ پیدا کرنے کے لئے ایک
ہی قسم کے اسباب ضروری ہیں تو روحانیات میں کیوں نئی تبدیلی تسلیم کیجا سکتی

ہے۔ اب اگر ہمیشہ ایک ہی انسان مبعوث ہوا۔ جو الٰہی مذہب کو اسکی اصلی شکل و
صورت تک پہنچاتا رہا ہے۔ اگر جب کبھی مذہب انسانی آلائش سے خراب
ہو گیا۔ تو ایک ہی انسان ایک وقت میں اسکو اصلی شکل پر لانے کے لئے پیدا
ہوا۔ تو پھر اسلام کے آنے کے وقت جب سب کے سب مذہب اپنے اپنے حلقہ
میں مجموعہ تضاد بن رہے تھے۔ تو قرآن کا اپنی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے یہ
یہ کہدینا کیا سنن الٰہیہ کے مطابق نہیں۔ کہ میری غرض آنے کی ان اختلافات کو
مٹانا ہے۔ جو اس وقت ہر مذہب میں دائر و سائر ہیں۔ اگر مسیح کے آنے کی
غرض بھی اسی قسم کی ہے۔ تو پھر قرآن کے متعلق اس سے کیوں انکار کیا جائے
یہ امر تو ثابت ہے کہ اسلام کو پیدا ہونے پر اختلافات تھے۔ ایسے وقت میں قرآن کا
نازل ہونا کوئی تعجب ہے۔ ضرورت تھی اور ضرورت کا علاج بھی وہی ہے
جو ہمیشہ ہوتا رہا۔ یعنے کسی ایک کتاب کا کسی ایک نبی پر نازل ہونا۔ ہاں سوال یہ ہو
سکتا ہے کہ عرب کا نبی کیوں اس مقصد اعظم کے لئے چنا گیا۔ اسکا جواب بھی
کوئی چنداں مشکل نہیں۔ محمد (صلعم) کے سوائے کسی اور کا نام لے لو جو
مدعی نبوت بھی ہو۔ یا جس نے اس ضرورت کے دفعیہ کے اسباب پیدا
کئے ہوں۔ کیا کبھی خدا تعالےٰ نے اس قدر دیر لگائی کہ مذہب تو بگڑ جاتا ہے
اور پیغمبر نہ آئے۔ اگر محمد (صلعم) وہ نبی نہیں تو کیا یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ
ڈیڑھ ہزار برس سے تو ہر مذہب مجموعۂ تضاد ہو رہا ہے۔ اور خدا خاموش

بیٹھا ہے یہ تو کبھی بھی نہیں ہوا کسی مذہب کی تاریخ دیکھ لو جب بانی مذہب کی
نسل بگڑ گئی خدا کی طرف سے اسکی اصلاح ہو گئی ظہور اسلام کے وقت انسان ہدایت کا محتاج تھا۔
محمد صلعم نے ہادی ہونیکا دعوی کیا اور اسکے مقابل تو ایک بھی مدعی نہیں نکلا جو ہمیں مذہبی پیشوا
کے مقابلہ دعوی پر غور کرنیکا موقعہ ملے مسیح نے الفاظ ذیل میں جسکی طرف اشارہ کیا ہے کہ
روح القدس سے معمور ہو کر حق و راستی کو سکھلائیگا۔ اور اس کمی کو پورا کریگا جو مسیح خود نہ کہہ سکا تھا یہ
بھی تو کسی جماعت یا کونسل کلیسیا کا ذکر نہیں۔ وہاں بھی تو صرف ایک ہی انسان کی پیشگوئی
کیگئی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں :۔ لیکن میں تجھسے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی
فائدہ ہے کیونکہ میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آویگا۔ پھر اگر میں جاؤں تو میں
اسے تمہارے پاس بھیجدوں۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم انکی برداشت
نہیں کر سکتے۔ جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی اسلئے کہ وہ
اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سنیگی وہ کہیگی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی۔ (یوحنا ۱۶
باب آیت ۷ و ۱۲۔۱۳)

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنیوالا ایک انسان ہے نہ کوئی جماعت لیکن جواب
یہ کہا جاتا ہے کہ جسکا ذکر مذکورہ بالا پیشگوئی میں ہے وہ انسان نہیں بلکہ خود روح
القدس ہے اور اس روح القدس نے کلیسیا میں نازل ہو کر لوگوں کو ہدایت کرنی تھی
اگر یہی مراد اس پیشگوئی سے ہے تو اسکے الفاظ صاف کہتے ہیں کہ اس وقت تک روح القدس
نازل نہیں ہوا۔ اور خود مسیح روح القدس سے خالی تھا۔ اور اگر روح القدس مسیح میں تھا تو پھر

یہ الفاظ کس طرح اس کے منہ سے نکل سکتے ہیں۔ اور "اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا نہیں آئیگا۔ یا جب میں جاؤنگا۔ تو میں اُسے تمہارے پاس بھیجونگا۔" یہ الفاظ بالکل صاف ہیں اسمیں کسی ابہام کی گنجایش نہیں۔ انسے پایا جاتا ہے کہ آنیوالا اس وقت تک جب یہ لفظ بولے گئے نہیں آیا۔ اور مسیح کے جانے تک واپس نہیں آسکتا۔ آنیوالے سے مراد روح القدس لینا خود تسلیم کر لینا ہے کہ مسیح کی ساری زندگی میں روح القدس نہ تھا۔ تو پھر اس مقدس کبوتر سے کیا مراد لیجاویگی جو مسیح کے یوحنا کے ہاتھ بپتسمہ لینے کے وقت آسمان سے اترا۔ اگر یہ ایک حقیقی واقعہ اور اس کبوتر سے مراد روح القدس ہے۔ تو پھر مذکورہ بالا پیشگوئی میں جسکا ذکر ہے۔ وہ روح القدس نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں کلیسیا روح القدس بھر پور ہو کر بھی اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسمیں جناب مسیح نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ ابھی بہت سی باتیں اس کو جو حواریوں کو کہنی تھی نہیں کہیں۔ اس تسلیم کیا ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو ناقص چھوڑ گیا۔ آنیوالے کو تو نسل انسانی کو بہت سی حق و راستی کی باتیں سکھلانی تھیں [illegible] مسیح کی تعلیم پر بہت کچھ ایزاد کرنا تھا اور اس کے نقص کو رفع کرنا تھا۔ کیا کلیسیا نے تعلیم مسیح پر کوئی امر ایزاد کی۔ کیا جو کچھ مسیح ناقص چھوڑ گیا۔ اسکی تکمیل کلیسیا نے کی۔ کیا کلیسیا کا کوئی بڑا افسر یا فاضل بھی ہمارے اس سوال پر روشنی ڈال سکتا ہے کہ کونسی نئی بات ہے۔ جو جناب مسیح کے بعد کلیسیا

نے اور بڑھائی پھر محولہ بالا پیشگوئی میں یہ الفاظ بھی ہیں
وہ اپنی طرف سے نہیں کہیگا۔ وہ وہ کہیگا۔ جو باپ کی طرف سے سنیگا
کیا کبھی کلیسیا نے یا کلیسیا کے کسی معزز ممبر نے آجتک کوئی بات روح القدس
یا باپ سے سُنی۔ میں کہتا ہوں کہ کیا کسی کلیسیا کے ممبر کو اس بات کا کبھی بھی تجربہ
ہوا ہے کہ انبیا پر روح القدس کس طرح نازل ہوا کرتی ہے۔ پھر اسی پیشگوئی میں
لکھا ہے۔ کہ آنیوالا تمہیں آیندہ باتوں کی خبر دیگا۔ کیا کلیسیا نے کبھی آیندہ
واقعات کی پیشگوئی کی۔ یہہ ہمارے مطالبات ہیں۔ جو پیشگوئی سے ہی پیدا ہوتے
ہیں۔ لیکن کلیسیا انکو پورا نہیں کرسکتا۔ تو پھر یہہ الفاظ جو جناب مسیح نے
فرمائے کیا یہہ جھوٹے ہیں۔ یہ وعدہ جو آپنے کیا محض ایک مذاق تھا۔
خدا نہ کرے کہ میں ایسے الفاظ کہوں۔ الفاظ صحیح ہیں اور وعدہ بھی سچا۔
اور عیسائیوں کا فرض ہے۔ کہ ان الفاظ کے پورا ہونے کی کہیں نہ کہیں
تلاش کریں۔ کلیسیا ان الفاظ کو فی الواقعہ اپنی ذات سے پورا نہیں کرسکتا
ہاں وہ روح حق محمد (صلعم) ہے۔ اس نے جو کچھ کہا۔ اپنی طرف سے نہیں
کہا۔ اس نے پیشگوئیاں بھی کیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے اسی یوحنا والی
پیشگوئی کی طرف ذیل کی آیات میں اشارہ کیا ہے۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۰
وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی ۰ واذ قال

عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التورٰۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

ترجمہ:- حق آیا اور باطل بھاگ - باطل بھاگنے ہی والا تھا - وہ جو کچھ (محمد صلعم) کہتا ہے - وہ اپنے ہوا و ہوس سے نہیں کہتا - بلکہ خدا کی وحی سے کہتا ہے - اور جب مسیح ابن مریم نے کہا - کہ اے بنی اسرائیل! فی الحقیقت میں تو خدا کا مرسل تمہاری طرف ہوں میں اسی شریعت کی تصدیق کرتا ہوں جو تمہاری پاس ہے - اور میں تمہیں آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں اس کا نام احمد ہوگا ؛

اسلامک ریویو مجریہ لنڈن قیمت سالانہ عہ

اسکا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ عہ ہے ایڈیٹر خواجہ کمال الدین و مولوی صدر الدین صاحبان مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرف کرانیکا محتاج نہیں ۔ صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں ۔ کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے ۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو نکا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دیں گے ۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں؟ دوستو اٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے اور بفضل تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب وتاب سے قائم کیا ہے ۔ اس کو مضبوط کرنیکی کوشش کرو اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ ۔ والسلام

نوٹ ۔ نمونہ ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت ارسال ہوگا ۔ درخواستیں خریداری پتہ ذیل پر آنی چاہییں :-

المشتہر

مینیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام ، احمدیہ بلڈنگس عزیز منزل ، نولکھا لاہور

مفارید ثلاثہ

کوئی مسلم گھران تین کتابوں سے خالی نہ ہونا چاہیئے

۱۔ براہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت (۱۲)

۲۔ اسوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی ۔ قیمت ..... (۸)

۳۔ ام الالسنہ ۔ معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان " (۱۲)

یہ ہر سہ کتابیں مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضمون پر لاجواب اور بے مثل کتابیں ہیں ۔ یعنے کتابوں میں کتاب قرآن کریم اور نبیوں میں نبی محمد عربی صلعم اور زبانوں میں زبان عربی ہیں ۔ یہ تینوں باتیں ان تین کتابوں میں علے الترتیب ثابت کی گئی ہیں

۱۔ براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں ۔ کل مذاہب کے اصولوں پر منطقی بحث کی گئی ہے

۲۔ اسوہ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے اس کو پڑھ کر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا ۔ کہ محمد صلعم ہی خاتم النبیین ہیں اور وہی کامل نبی ہیں

۳۔ ام الالسنہ ۔ بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے ۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے ۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں ۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے اباؤ اجداد عربی الاصل تھے ۔ یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں ۔

مہتمم اشاعت اسلام بک ڈپو ۔ عزیز منزل ۔ نولکھا ۔ لاہور ۔ نوٹ ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

یہ کتب اب قریب الاختتام ہیں ۔ شائقین خریداری کا ہاتھ بعجلت بڑھاویں ورنہ بعد میں مایوسی ہوگی

نظم از حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مهدی معهود و مجدد علیه الرحمة

بکوشید اے جوانان تا بدین قوت شود پیدا
بهار و رونق اندر روضهٔ ملت شود پیدا

اگر یاران کنون بر غربت اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

بجنبید از پے کوشش که از درگاه ربانی
ز بهر ناصران دین حق نصرت شود پیدا

اگر امروز فکر عزت دین در شما جوشد
شما را نیز والله زینت و عزت شود پیدا

اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشائید
هم از بهر شما ناگه ید قدرت شود پیدا

دو روز عمر خود در کار دین کوشید اے یاران
که آخر ساعت رحلت بصد حسرت شود پیدا

امید دین روان گردان امید نو روان گردد
ز صد نومیدی و یاس و الم رحمت شود پیدا

در انصار نبی بنگر که چون شد کار ربانی
که از تائید دین سرچشمهٔ دولت شود پیدا

همی بینم که دادار و قدیر و پاک می خواهد
که باز آن قوت اسلام و آن شوکت شود پیدا

بمفت این اجر نصرت را دهندت اے اخی ورنه
قضائے آسمان است این بهر حالت شود پیدا

کریما! صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائی او بگردان گر گہے آفت شود پیدا

چنان خوشدار او را ای خدائے قادر مطلق
که در هر کار و بار و حال او جنت شود پیدا

دریغ و درد! قوم من ندائے من نمی شنوند
ز هر دری دهم پندش مگر عبرت شود پیدا